Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم و تحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم ،ایچ۔۱۵،اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

Issue 3,Vol 5,July-September,2023

شمارہ ۳، جلد ۵، جولائی— ستمبر، ۲۰۲۳

مسلم اقلیتوں کا گھر کی تعمیر یا خرید کے لیے سودی قرضوں کے جواز میں معاصر علما کی آرا کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Contemporary Scholar's Opinions for Muslim Minorities on Construction or Purchasing of Houses by interest-based loans

عبداللہ شکیل[1]

علی شکیل [2]

Keywords:

interest-based loans Muslim Minorities, Construction or Purchasing of Houses

Abstract:

Sharia'h has declared *Riba* a major sin; whether it is less or more, it is prohibited to such an extent that it has been considered a war with *Allah* and his Messenger. In view of the expansion of the banking system in the present era, where banks perform many other functions, such as playing a central role in the exchange of funds, they are also performing their basic function, i.e., the provision of interest-based loans, on a large scale. One of these is interest-based loans, the facility of interest-based loans for the purchase or construction of a house, which is largely adopted in non-Muslim countries.

In this paper, an important issue faced by *Muslim minorities* living in non-Muslim countries has been discussed, and that is the analytical study of different opinions of contemporary Scholars on the justification of interest-based loans from banks for the construction or purchase of residential houses by *Muslim minorities*.

[1]۔ایم فل سکالر، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی اسلام آباد۔

[2]۔فاضل جامعہ الاخوان کراچی۔

تمہید

اسلام ایک پورا تصور حیات ہے، زندگی کے کسی ایک خاص شعبے میں ہی نہیں بلکہ ہر ہر شعبے میں بنی نوع انسانی کے لیے اپنی منفرد تعلیمات رکھتا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو انفرادی اور اجتماعی سطح پہ بھی اور معاشرتی اور معاشی سطح پہ بھی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون و ہمدردی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنی اصل میں ایک آفاقی اور فلاحی دین ہے جو صرف اپنی فکر کرنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ دوسرے افراد کی فکر اور ضروریات کی دیکھ بھال اور ان کی روحانی اور مادی آسودگی کا خیال رکھنے کی تعلیم بھی فرماتا ہے۔ انسانی مصالح اور مقاصد کے حصول کے لیے شارع دین متین نے وہ اصول اور احکام دیے ہیں جن کی رعایت معاشی اور معاشرتی مفاسد سے بچنے کی راہ دکھاتی ہے۔ اس طرح کا حکم ممانعت سود کی صورت میں موجود ہے جو استحصالی نظام کے خاتمے کے لیے ریڑھ کی مانند ہے۔

ربا کو شریعت نے بڑے جراءم میں شمار کیا ہے، چاہے کم ہو یا زیادہ اس کو حرام گردانا ہے، اور سودی معاملہ کرنے والے کے لیے اس حد تک وعید بیان کی ہے کہ اس کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ قرار دیا ہے۔ موجودہ دور میں بنکاری کے نظام کی وسعت کے پیش نظر جہاں دیگر بہت سے کام بنک کرتے ہیں جیسے رقوم کے تبادلے میں مرکزی کردار ادا کرنا وغیرہ، وہیں اپنے بنیادہ کام یعنی سودی قرضوں کی فراہمی بھی وسیع پیانے پہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ان سودی قرضوں میں سے ایک گھر کی خرید یا تعمیر کے لیے سودی قرضوں کی سہولت ہے جو غیر مسلم ممالک میں بڑی حد تک اختیار کی جاتی ہے۔

اس مقالے میں غیر مسلم ممالک میں مقیم مسلم اقلیتوں کو درپیش ایک اہم مسئلے سے متعلق بحث کی گئی ہے اور وہ ہے 'مسلم اقلیتوں کا رہائشی گھر کی تعمیر یا خرید کے لیے بنک سے سودی قرضوں کے جواز پہ مختلف آرا کا تجزیاتی مطالعہ'۔

مسلم اقلیت سے کیا مراد ہے؟

کسی بھی ملک میں وہ انسانی گروہ جو اپنے دین، مذہب، نسل، زبان یا کسی اور بنیادی اور اساسی چیز میں اس ملک کے اکثریتی گروہ سے مخالف ہو 'اقلیت' کہلاتا ہے۔ جیسے شام اور عراق میں مسیحی اقلیتیں، ایران اور ترکی میں یہودی اقلیتیں وغیرہ۔ لسانی، نسلی اور دینی اقلیتوں کے درمیان 'دینی' اقلیت وہ اقلیت ہے جو اکثر تنازعات کا شکار رہتی ہے۔

مسلم اقلیت سے مراد کسی غیر اسلامی ملک کے وہ مسلم شہری ہیں جو یا تو اس ملک کے حقیقی باشندے ہوتے ہیں یا اسلامی ممالک سے ہجرت کرنے والے وہ مسلم شہری ہوتے ہیں جنھوں نے تعلیم، کام و تجارت یا کسی دوسری غرض سے کسی غیر مسلم ممالک میں قیام کی قانونی اجازت حاصل کی ہوتی ہے یا باقاعدہ اس ملک کی شہریت ہی حاصل کر رکھی ہوتی ہے۔ جیسے برطانیہ میں مقیم پاکستانی و ہندوستانی مسلم برادری یا جرمنی میں مقیم ترک مسلمان۔[3]

مسلم اقلیتی ممالک میں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ کیا وہاں بینک کا سارا نظام سود پر کھڑا ہے، وہاں گھروں کی تعمیر کے لیے بینک سے سودی قرضہ لیا جاتا ہے، اس لیے یہ مسئلہ درپیش آتا ہے کہ کیا ایک مسلمان سودی قرضہ لیکر گھر تعمیر کر سکتا ہے یا نہیں، اس میں معاصر علماء کی دو آراء ہیں، ایک رائے یہ ہے کہ جائز ہے اور دوسری رائے ہے کہ اس طرح قرض لینا جائز نہیں ہے۔

[3]۔ یوسف قرضاوی۔ فقہ الاقلیات۔ ترجمہ: الیاس نعمانی، (شعبہ حسنین، ۲۰۱۱ء)، 23-27

مکانات کی خریداری کی مالی اعانت کے لیے سودی قرضوں کے 'مجوزین کی آرا

شیخ یوسف القرضاوی[4]

شیخ یوسف القرضاوی ایک تبحر عالم دین تھے۔ آپ دینی مسائل میں اپنی منفرد حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ جدید دور کے پیش آمدہ مسائل کی رہنمائی میں آپ کا خاص ملکہ رہا ہے۔ علمی حلقوں میں آپ کو اجتہادی شان رکھنے والے عالم دین کے طور پہ جانا جاتا ہے۔ آپ اصلاً مصری تھے لیکن ایک لمبے عرصے قطر میں مقیم رہے۔

شیخ یوسف القرضاوی اپنی کتاب 'فقہ الاقلیات 'میں لکھتے ہیں کہ مغربی ممالک میں بنکوں کی مدد سے رہائشی گھروں کی تعمیر کے لیے سودی قرضے لینے کی ممانعت کا قائل رہا ہوں لیکن چوں کہ ایک مسلمان عالم مسلسل علم حاصل کرتا رہتا ہے اس لیے اس کی رائے تبدیل ہونے میں کوئی حیرت کی بات نہیں۔[5]

شیخ مصطفی رز قا[6]

شیخ مصطفی احمد الزر قا بیسویں صدی عیسوی کے نامور علما میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ حلب کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ مشہور زمانہ کتاب 'المدخل الفقہی العام '(اسلامی قانون کا جامع تعارف) کے مصنف کے طور پہ جانے جاتے ہیں۔ آپ کو اسلامی فقہ پر کام کرنے پر کنگ فیصل انٹر نیشنل پرائز سے بھی نوازا گیا ہے۔

شیخ مصطفی رز قا اپنے فتوے میں کہتے ہیں:

4۔ شیخ یوسف القرضاوی مصر کے ایک گاؤں میں 9 ستمبر 1926 میں پیدا ہوئے۔ دس سال سے بھی کم عمر میں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور تجوید میں مہارت حاصل کی۔ آپ نے ابتدائی اور ثانوی تعلیم جامعہ ازہر کے زیر انتظام چلنے والے مدرسوں سے حاصل کی پھر جامعہ ازہر ہی میں کلیہ اصول الدین میں داخلہ لیا۔ آپ 1973 میں جامعہ ازہر سے ڈاکٹریٹ کی۔ آپ کے ڈاکٹریٹ کی کا موضوع 'زکات اور سماجی مسائل کے حل پر اس کے اثرات' تھا۔ آپ کئی فقہی اداروں کے رکن بھی رہے اور اپنے قلم سے کئی مایہ ناز کتب تحریر کیں جو گراں قدر حیثیت کی حامل ہیں۔ آپ کا انتقال 26 ستمبر 2022 میں دوحا قطر میں ہوا۔ (القرضاوی ڈاٹ نیٹ ۔ "سیرۃ ذاتیۃ"۔ رسائی: 15 ستمبر 2023)

5۔ قرضاوی، فقہ الاقلیات، 23 - 28

6۔ مصطفی احمد الزر قا 1904 میں شام کے شہر حلب میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جو علمی میدان میں امتیازی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ آپ نے قرآنی اور ابتدائی تعلیم 'مکتب' میں حاصل کی۔ بعد میں اسلامی مدرسہ 'الخسرویہ' میں داخلہ لیا اور وہیں تعلیم جاری رکھی۔ دمشق یونی ورسٹی سے قانون اور ادب میں گریجویشن کیا اور قاہرہ یونی ورسٹی سے اسلامی فقہ میں ڈپلومہ کیا۔ 1944 سے 1966 تک دمشق یونی ورسٹی میں پڑھاتے رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد مشہور زمانہ کتاب 'المدخل الفقہی العام '(اسلامی قانون کا جامع تعارف) تین بڑی جلدوں میں لکھی۔ آپ باقاعدہ ایک سیاسی کار کن کے طور پہ متحرک رہے اور رکن پارلیمنٹ بھی منتخب ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد شیخ نے کویت میں کام کیا اور اسلامی فقہ کے انسائیکلوپیڈیا کی تیاری کی نگرانی کی، جو وزارت اوقاف اور اسلامی امور کی طرف سے شروع کیا گیا ایک منصوبہ تھا۔ شیخ مصطفی احمد الزر قا نے مکہ مکرمہ میں اسلامی فقہ کونسل (مجمع الفقہ الاسلامی) میں کئی سال خدمات انجام دیں اور اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ کی مشاورتی کونسل کے رکن رہے۔ ۱۹۸۴ میں انہیں اسلامی فقہ پر کام کرنے پر کنگ فیصل انٹر نیشنل پرائز سے نوازا گیا۔ بعد میں وہ اس انعام کی ایوارڈ کمیٹی میں خدمات انجام دینے والے تھے۔ شیخ مصطفی ابتدائی علماء میں سے ہیں جن کے نزدیک اسلام میں انشورنس جائز ہے۔ آپ نے یہ فتویٰ بھی دیا کہ جن مسلمانوں نے خود کو اپنے بینک ڈپازٹس پر سود کے ساتھ قرض دیا ہے انہیں اس سود کو بینک پر نہیں چھوڑنا چاہیے۔ وہ اسے ضرور لیں اور مسلم کمیونٹی کے غریبوں کے فائدے کے لیے استعمال کریں۔ شیخ مصطفی الزر قا کا انتقال 3-جولائی 1999 کو ریاض میں ہوا۔ [دیکھئے: https://www.arabnews.com/node/212596]

غور وفکر اور نصوص کی مراجعت کے بعد میں یہ سمجھتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے مذہب کی رو سے غیر مسلم ممالک میں رہائشی گھر کی تعمیر کے لیے بنک سے سود پہ قرض لینا جائز ہے۔[7]

- **ڈاکٹر طاہر القادری**[8]

ڈاکٹر طاہر القادری ایک منجھے ہوئے پاکستانی عالم دین ہیں جو آج کنیڈا میں مقیم ہیں۔آپ صوفی ازم کے زبردست حامی ہونے کے ساتھ ساتھ جدید مسائل کا بھی بخوبی ادراک رکھتے ہیں۔آپ تنظیم منہاج القرآن کے بانی اور منہاج یونی ورسٹی کے صدر نشین ہیں،آپ کئی مشہور و معروف کتب کے مصنف ہیں اور عصری مسائل کے حوالے سے امتیازی آرا رکھتے ہیں ۔ایک سوال کے جواب میں کہ کیا بنک سے رہن [Mortgage] پہ گھر لینا جائز ہے؟آپ فرماتے ہیں کہ مسلم ممالک میں رہن پہ گھر لینا ناجائز ہے لیکن غیر مسلم ممالک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں جائز ہے کیونکہ ان اقلیتوں پہ عمومی حکم لاگو نہیں ہوگا اور ان کا حکم استثنائی نوعیت کا ہوگا۔آپ فرماتے ہیں سود قطعی طور پہ حرام ہے اور اسے حلال سمجھنا ایمان سے خارج ہونے کے مترادف ہے لیکن غیر مسلم ممالک میں حکم کا نافذ ہو یا نہ ہونا ایک مختلف فیہ اور اجتہادی نوعیت کا مسئلہ ہے اس لیے مسلم اقلیتوں کو بحیثیت شہری جو حقوق اور ثمرات ملتے ہیں جیسے تنخواہ، پنشن ،چائلڈ بینفٹ اور دیگر الاونسز وہ بھی حرام ہونے چاہییں کیونکہ حکومت ان چیزوں کی ادائیگی اس خزانے سے کرتی ہے جس میں جمع شدہ رقم سود، خنزیر اور شراب پہ لاگو ٹیکس سے حاصل ہوتی ہے۔نیز یہ کہنا کہ سود کی ادائیگی سے غیر مسلم حکومت مضبوط ہوتی ہے اس لیے سودی لین دین جائز نہیں، مناسب بات نہیں ہے کیونکہ ایک مسلم اقلیت کا فرد بھی ٹیکس ادا کرتا ہے جس سے حکومت مضبوط ہوتی ہے تو کیا یہ بھی ناجائز ہوگا؟اس طرح ان غیر مسلم ممالک میں رہنا بھی حرام قرار دینا ہوگا۔[9]

یورپین کونسل برائے فتوی و تحقیق[10]

---

[7] https://ketabonline.com/ar/books/14196/read?part=70&page=311&index=3848063

[8]۔ڈاکٹر طاہر القادری 19 فروری 1951 میں پاکستان کے شہر جھنگ میں پیدا ہوئے۔ثانوی اور اعلی ثانوی تعلیم آپ نے جھنگ سے ہی حاصل کی۔جامعاتی تعلیم کے لیے آپ نے لاہور کا رخ کیا اور جامعہ پنجاب سے ایل ایل بی اور علوم اسلامیہ میں ماسٹر کیا بعد ازاں جامعہ پنجاب میں ہی لیکچرر کے فرائض سر انجام دیے۔آپ تقریباً600 مطبوعہ کتب کے مصنف ہیں جن میں کئی قابل قدر کتب شامل ہیں۔دیکھیے:

[https://www.minhaj.org/english/tid/8718/A-Profile-of-Shaykh-ul-Islam-Dr-Muhammad-Tahir-ul-Qadri.html]

[9]۔عبدالستار منہاجین،جدید مسائل کا اسلامی حل افادات شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری(فیصل آباد،منہاج سی ڈیز اینڈ بک،2012)ص-95

[10]۔یورپی کونسل برائے فتویٰ اور تحقیق (ECFR) ڈبلن میں قائم ایک نجی فاؤنڈیشن ہے، جس کی بنیاد 29–30 مارچ 1997 کو لندن میں فیڈریشن آف اسلامک آرگنائزیشنز ان یورپ کے اقدام پر رکھی گئی۔کونسل ایک بڑی حد تک خود منتخب شدہ ادارہ ہے، جو اسلامی علماء اور علماء پر مشتمل ہے۔ECFR کا بیان کردہ ہدف ایسے فتوے جاری کرنا ہے جو یورپ میں مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔یعنی ایسے حالات کو حل کرنا ہے جن کا انتظام اسلامی قانون کی سخت تشریح کے تحت کرنا مشکل ہوتا ہے، جس میں روایتی طور پر ممنوعہ اعمال کی اجازت دینے کے لیے الضرورۃ (ضرورت) کے نظریے کا استعمال بھی شامل ہے۔جیسے 2001 میں ECFR کے فیصلے نے اسلام قبول کرنے والی خاتون کو اپنے غیر مسلم شوہر سے شادی کرنے کی اجازت دی، جس کی بنیاد یورپی قوانین اور رسم و رواج کے وجود پر ہے جو خواتین کو مذہب کی آزادی کی ضمانت دیتے ہیں۔کونسل اپنے مقاصد کے حصول کے لیے فقہی کونسلوں اور دیگر سائنسی اداروں کے جاری کردہ فتووں اور تحقیق سے استفادہ کرتی ہے۔اہل علم اور مبلغین کے لیے قانونی کورسز کا قیام اور کچھ فقہی موضوعات کے مطالعہ کے لیے سیمینارز کا انعقاد بھی کرتی ہے۔کونسل کے زیرِ بحث جو منتخب فتاویٰ، تحقیق اور مطالعاتی مواد آیا ہے،اپنے مقاصد کے حصول کے لیے کونسل کے نام سے ایک رسالہ میں شائع کرنا۔[دیکھیے: https://www.e-cfr.org/en/]

یورپی کونسل برائے فتویٰ اور تحقیق ایک خود منتخب شدہ ادارہ ہے، جو اسلامی علماء اور علماء پر مشتمل ہے۔ یہ ڈبلن میں قائم ایک نجی فاؤنڈیشن ہے۔

یورپین کونسل برائے فتوی و تحقیق اپنے ایک فتوے میں غیر مسلم ممالک میں رہائشی گھر کی تعمیر یا خرید کے لیے بنک سے سود پہ قرض لینے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

گھر کی تعمیرے یا خرید کے لیے بنک سے سودی قرض لینا اصلاً حرام ہے، لیکن خاص حالات میں بنک سے سودی قرض لینا جائز ہے کہ جب مفتی کو مستفتی کے بارے میں علم ہو کہ اس کہ لیے رہائشی ضرورت پوری کرنے کے لیے بنک سے سودی قرض کے علاوہ کوئی چارہ نہیں اور مادی اور اجتماعی طور پہ بھی مستفتی کے لیے کرائے سے اپنی ضرورت پوری کرنا مشکل ہو۔[11]

رابطہ علما شریعت امریکا[AMJA][12]

رابطہ علما شریعت کا بھی وہی موقف ہے جو یورپین کونسل برائے فتوی و تحقیق کا ہے۔اپنے فتوی نمبر ۸۵۲۶۹ میں اس سوال کے جواب میں کہ جو شخص برطانیہ میں رہتا ہو اور گھر کی تعمیر کے لیے بنک سے سودی قرض کے علاوہ کوئی سبیل نہ پاتا ہو تو کیا ایسا شخص سودی قرضہ لے سکتا ہے؟ادارے کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ، سود کبائر میں سے ہے، اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ ہے، 'ضرورت' کے علاوہ سودی قرضہ لینے کا گناہ ختم نہیں ہو سکتا، اگر آپ کی 'حاجت'، 'ضرورت' کی حد تک نہیں پہنچی ہے تو آپ کے لیے ایسا قرضہ لینا جائز نہیں' [یعنی 'عند الضرورۃ ' سودی قرضہ لیا جا سکتا ہے]۔[13]

مجوزین کے دلائل:

غیر مسلم ممالک میں بنکوں کی مدد سے رہائشی گھروں کی تعمیر کے لیے سودی قرضے لینے کی آرا رکھنے والے علما اور فقہی ادارے جواز کے لیے درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:

ا-حدیث میں آیا ہے کہ لا ربا بين المسلم و الحربي في دار الحرب یعنی دارالحرب میں مسلم اور حربی کے درمیان سود نہیں ہوتا[14]۔

امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ مسلمان یا ذمی جب امان کے ساتھ دار الحرب میں داخل ہو جائے اور حربی کے ساتھ سودی عقد کرے۔۔۔ تو یہ جائز ہے۔امام محمد بھی اسی کے قائل ہیں'۔[15]

---

[11] https://www.ecfr.org/blog/2020/10/22/

[12]۔رابطہ علما شریعت امریکا یعنی اسمبلی آف مسلم جیورسٹ آف امریکہ (AMJA)، ایک آزاد، غیر جانبدار، غیر منافع بخش تنظیم ہے۔اس تنظیم کو ٹیکس سے استثنا حاصل ہے۔ تنظیم کا مقصد امریکی معاشرے میں مسلم کمیونٹی کو ان کے حالات کے مطابق درپیش معاشی، سماجی، فکری اور تعلیمی مسائل پر قانونی تحقیق اور مطالعاتی مواد فراہم دینا جو ان کو مناسب فقہی حل کو دے سکے اور اسمبلی میں پیش کیے گئے مقدمات اور سوالات سے متعلق فتویٰ جاری کرنا شامل ہے۔ تنظیم کے ڈھانچے میں ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز، فتویٰ کمیٹی، فتویٰ ایڈوائزری بورڈ، اور مختلف شعبوں کے ماہرین شامل ہیں۔[دیکھیے: https://www.amjaonline.org/about/]

[13] https://www.amjaonline.org/fatwa/ar/85269

[14]۔عبد اللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی، نصب الراية لأحاديث الهداية (بيروت:مؤسسة الريان للطباعة والنشر، 1997ء)، ج4، ص44۔

[15]۔أبو بکر بن مسعود بن أحمد الکاسانی، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (بيروت، دار الكتب العلمية، 1986)، ج7، ص132۔

۲-ان حضرات کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں حجۃ الوداع کے موقع پہ آپ ﷺ نے تمام سودی لین دین سے منع فرمادیا تھااور سب سے پہلے اپنے چچا عباس کا سود ختم کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے پہلے بھی عباسؓ سودی کاروبار کرتے تھے لیکن چوں کہ حجۃ الوداع کے موقع پہ مکہ دارالاسلام بن گیا اس لیے اب وہاں سود لینا جائز نہ رہا۔

۳-جن شرعی قواعد کی بنیاد پر بھی مجوزین یہ فتوی دیتے ہیں کہ سودی قرضہ رہائشی گھر کی ملکیت کے لیے لینا جائز ہے۔ وہ یہ ہیں:

i. تنزيل الحاجة منزلة الضرورة[16]: گھر کی ضرورت بنیادی ضرورتوں میں سے ایک ہے۔ جواز کا فتوی دے کے مشقت سے بھی بچا جاسکتا ہے اور حاجت کی تکمیل بھی ہو سکتی ہے۔ جو متوقع برائیوں کے سد باب کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

ii. الضروراة تبيح المحظورات[17] :اس سے مراد یہ ہے کہ اضطراری حالات میں ممنوعہ چیزیں بھی مباح ہو جاتی ہیں۔ صورت مسئلہ کے جواز کے قائلین اس قاعدے سے یہ دلیل لیتے ہیں کہ مسلم اقلیتیں غیر مسلم ممالک میں غریب الوطنی اور بے وقعتی کی زندگی گزارتی ہیں جو اپنے مسلم ممالک سے صرف اس لیے یہاں منتقل ہوتے ہیں کہ ان کے ہاں کسب معاش کے وافر ذرائع سہولت کے ساتھ میسر نہیں ہوتے۔ اس لیے ان مسلم اقلیتوں کا وہاں گھر کی تعمیر کرنا بنیادی ضرورت ہے اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے وہ بنک سے سودی قرضہ لے سکتے ہیں۔

iii. ما حرم سدا للذرية ابيح للحاجة اما ما حرم لذاته فلا تحله الا الضرورات: یعنی چیز کو سد ذریعہ کے طور پر حرام کیا گیا ہو وہ حاجت کی بنیاد پر مباح ہو جاتی ہے اور جو چیز فی نفسہ حرام ہو وہ سوائے 'ضرورت' کے حلال نہیں ہوتی۔ مجوزین اس قاعدے کی بنیاد پہ کہتے ہیں کہ سود کھانا لذاتہ حرام ہے اور سود دینا اور اس کی کتابت وغیرہ کرنا سد ذریعہ کے طور پہ حرام ہے۔ اس لیے حاجت کی بنیاد پر اسے حلال مانا جا سکتا ہے۔

iv. انظر الى المالات و مراعاة نتائج التصرفات: یعنی کام کے انجام اور اثر کو دیکھا جائے گا اور نتائج کی رعایت کی جائے گی۔ اس قاعدے کی رو سے مجوزین کہتے ہیں کہ گھر کی ملکیت سے بہت سے بنیادی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ سماجی، معاشرتی اور معاشی مسائل میں کمی واقع ہو سکتی ہے جیسے ٹیکس وغیرہ کم دینا پڑتا ہے۔ اسلامی اداروں کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور مسلمان بنکوں سے گھر کی تعمیر کے لیے جب سودی قرضہ لیتے ہیں تو ان کو مساجد وغیرہ کے قریب گھر ملنے کے زیادہ مواقع مل سکتے ہیں۔ نیز سب سے زیادہ مسئلہ جو مسلم اقلیتوں کو پیش آتا ہے وہ کثرت اولاد کی وجہ سے کرائے کے گھروں کے ملنے کی دشواری ہے کیوں کہ ان ممالک میں ایسے افراد کو گھر کرائے نہیں دیے جاتے جن کے بچے بہت ہوں۔

صورت مسئلہ کے عدم جواز کے دلائل

بنک سے گھر کی تعمیر و خرید کے لیے سودی قرضوں کے جواز پہ جہاں کئی علما اور فقہی اداروں نے فتویٰ دیا ہے وہیں اکثریت نے اس کے عدم جواز کا فتوی دیا ہے۔ ان حضرت کے دلائل کافی مضبوط ہیں جو ذیل میں دیے جا رہے ہیں:

---

[16]۔عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی، الأشباه والنظائر، (بيروت، دار الكتب العلمية، 1990م)، ص88

[17]۔ابن نجیم، الأشباه والنظائر، ج1، ص73۔

۱-قرآن وحدیث سے رباکا مطلقا حرام ہونا ثابت ہے۔قرآن میں ہے کہ اَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا[18] اللہ نے سود بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے۔ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۸ اور سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۳۰ اور سورہ النساءآیت نمبر ۱۶۱ سود کی ممانعت پہ واضح دلیلیں ہیں۔ احادیث میں بھی سود کو ہلاکت خیز چیزوں میں شمار کیا گیا ہے[19]۔

۲-'اجماع' سے بھی ربا کی ممانعت ہے، علامہ نووی نے لکھاہے کہ 'مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ربا حرام ہے اور یہ کہ وہ بڑے گناہوں میں سے ہے'[20]۔امام مالک، امام شافعی، امام ابویوسف اور امام اوزاعی وغیرہ بھی دارالاسلام ودارالحرب ہر جگہ سود کی قطعی حرمت کے قائلیں۔[21]

۳ -لا ربا بين المسلم و الحربي في دار الحرب'یعنی دارالحرب میں مسلم اور حربی کے درمیان سود نہیں ہوتا۔یہ حدیث غریب ہے اور مرسل ہے امام شافعی اور امام زیلعی وغیرہ نے اس روایت کو ناقابل استدلال قرار دیاہے۔[22]یہی وجہ ہے کہ ایک ایسی روایت جو ناقابل استدلال ہے اس سے استدلال کرکے جواز کا فتوی دیناٹھیک نہیں ہے۔ابن قدامہ حنبلی اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ ' وَخَبَرُهُمْ مُرْسَلٌ لَا نَعْرِفُ صِحَّتَهُ، وَيَحْتَمِلُ أَنَّهُ أَرَادَ النَّهْيَ عَنْ ذَلِكَ 'یعنی یہ روایت مرسل ہے اس کی صحت کے بارے میں علما نہیں جانتے، یہ بھی ممکن ہے کہ 'لا ربا' سے 'لاءے نافیہ 'مراد نہ ہو بلکہ 'لاءے نہی 'مراد ہو جیسے حج کے حوالے سے قرآن میں آیاہے کہ 'فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ' ۔[23]

۴-صورت مسئلہ کے جواز پہ دوسری دلیل جو دی جاتی ہے وہ حجۃ الوداع کے موقع پہ سود کی حرمت کی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکی ہے، یہ بھی استدلال ٹھیک نہیں ہے کیوں کہ جس طرح شراب مختلف ادوار میں تدریجاً حرام ہوئی ہے اسی طرح سود بھی درجہ بدرجہ حرام ہوا ہے، کیوں کہ حجۃ الوداع سے پہلے بھی سود کی بعض اقسام حرام تھیں اور بعض جائز تھیں، آخری بار یعنی کلی اور قطعی طور پہ سود، حجۃ الوداع کے موقع پہ حرام ہوا تھا۔ مثال کے طور پر فضالہ بن عبید انصاری کی حدیث میں ہے کہ خیبر کے موقع پہ آپ ﷺ کے پاس ایک ہار جس میں موتی اور سونا لگا تھا لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس ہار میں لگے سونے کو الگ کرنے کا حکم دیا اور چوں کہ وہ مال غنیمت تھا جس کو بیچنا تھا اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا 'الذهب بالذهب وزنا بوزن' یعنی سونے کو سونے سے ہی اور ہم وزن بیچو [مراد یہ ہے کہ ایسا نہ کرو کہ کم سونا دے کر زیادہ سونا لے لو][24]۔حضرت فضالہؓ کی یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ غزوہ خیبر جو کہ فتح مکہ اور حجۃ الوداع سے پہلے ہوا ہے اس میں ہی آپ ﷺ نے سودی معاملہ کرنے سے منع فرمادیا تھا حالانکہ یہود خیبر حربی تھے اور دارالحرب میں مقیم تھے اس کے باوجود آپ ﷺ نے سودی لین دین سے منع فرمایا اس سے پتہ چلتا ہے کہ سود ہر جگہ اور ہر وقت حرام ہے، چاہے دارالاسلام ہو یا دارالکفر یا دارالحرب ہو۔زمان ومکان کی قید اس مسئلے میں کہیں ذکر نہیں ہوئی ہے۔

۵-مجوزین یہ دلیل دیتے ہیں کہ سود کھانا لذاتہ حرام ہے اور سود دینا اور سود کی کتابت وغیرہ کرنا سد ذریعہ کے طور پر حرام ہے۔یہ بات سراسر غلط ہے کیوں کہ حدیث میں ان سب پر لعن کی گئی ہے جو سود لیتے ہیں، سود دیتے ہیں، اس کی کتابت کرتے ہیں اور اس پہ گواہ بنتے ہیں۔حضرت جابرؓ سے

18۔القرآن،274:2۔

19۔بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوصایا، ح:2766۔

20۔یحیی بن شرف النووي، المجموع شرح المهذب، (بیروت، دارالفکر)، ج9، ص391۔

21۔عبداللہ بن احمد ابن قدامۃ المقدسی، المغني شرح مختصر الخرقي (بیروت، دار احیار التراث العربي۔1987) ج4، ص47۔

22۔الزیلعی، نصب الرايه، ج4، ص44۔

23۔ابن قدامۃ، المغني شرح مختصر الخرقي، ج4، ص47۔

24۔مسلم بن الحجاج ابوالحسن القشیري، المسند الصحيح (بیروت۔دار احیاء التراث العربي)، ح:1591

روایت ہے،عن جابر، قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا، ومؤكله، وكاتبه، وشاهديه، وقال: 'هم سواء[25] '۔ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سود کھانے والے پر، کھلانے والے پر، اس کی کتابت کرنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہ سب برابر ہیں یعنی سب کا گناہ ایک جیسا ہے۔ اسی لیے یہ کہنا کہ سود دینا سد ذریعہ کے طور پہ حرام ہے مبنی بر حق راءے نہیں ہے کیوں کہ لعنت کا مطلب اللہ کے غضب کا مستحق ہونا ہے جو کسی حرام کام کی وجہ سے ہی ممکن ہے۔

٦ -الْمُسْلِمَ مُلْتَزِمٌ بِحُكْمِ الْإِسْلَامِ حَيْثُمَا يَكُونُ[26] ۔اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوگا وہ اسلامی احکام کا اور قوانین کا پابند رہے گا۔ یہ اصول امام سرخسی نے اپنی کتاب 'شرح السیر الکبیر' میں ذکر کیا ہے، اس قاعدے کی رو سے ہر مومن مسلمان پابند ہے کہ وہ چاہے غیر مسلم ملک میں ہی کیوں نہ ہو، چاہے مسلم اقلیت کا فرد ہو یا دار الاسلام کا شہری ہو اس کے لیے ہر حال میں سودی قرضہ لینا چاہے رہائشی ضرورت کے لیے ہی کیوں نہ ہو قطعی حرام ہے۔

۷- امام ابو حنیفہ کی جواز کی راءے تین قیودات کے ساتھ ہے۔ ا، دار الحرب ہو۔ ۲، سودی معاملہ کافر حربی کے ساتھ ہو۔ ۳، سودی معاملے میں اضافی مال اور سود یقینی طور پہ مسلمان کو ملے، اگر معاملہ مشکوک ہو تو ایسا کرنا درست نہیں۔ یہ راءے امام ابن عابدین نے اپنے حاشیہ میں ذکر کی ہے: دار الحرب قيد به لأنه لو دخل دارنا بأمان فباع منه مسلم درهما بدرهمين لا يجوز اتفاقا ـ ـ ـ قال في فتح القدير: لا يخفى أن هذا التعليل إنما يقتضي حل مباشرة العقد إذا كانت الزيادة ينالها المسلم ـ [27]

٨ -انظر الى المالات و مراعاة نتائج التصرفات: یعنی کام کے انجام اور اثر کو دیکھا جائے گا اور نتائج کی رعایت کی جائے گی۔ یہ وہی قاعدہ ہے جس کو بطور استدلال مجوزین نے پیش کیا ہے۔ اس قاعدے کی رو سے بھی اس پیش آمدہ مسئلہ میں جواز کا فتوی نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ انجام کے اعتبار سے یہ قاعدہ مسلمانوں کے اجتماعی اور انفرادی سطحوں پہ مزید خرابی کا موجب ہو سکتا ہے کیوں کہ اگر غیر مسلم ملک میں سود دینے یا لینے کو جائز قرار دے دیا جائے تو مسلمانوں اور مسلم حکومتوں کا مالی سرمایہ غیر مسلم ممالک میں منتقل ہونا شروع ہو جائے گا جس سے نہ صرف استعماری قوتوں کو تقویت ملے گی بلکہ مسلم ممالک اور امہ مالی اعتبار سے مزید زبوں حالی کا شکار ہو جائے گی اور تمام سرمایہ ہر وقت خطرے کا شکار رہے گا۔

۹- یہ قاعدہ کہ 'حاجت کبھی ضرورۃ کے درجے میں بھی ہو جاتی ہے' [تنزيل الحاجة منزلة الضرورة] ٹھیک ہے لیکن اس سے کوئی 'حرام لذاتہ' چیز حلال نہیں ہو سکتی ہے۔[28] اس لیے سود جو مطلقا بلا قید مکان ہر جگہ حرام ہے یہاں حلال نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ بحث

غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیتیں جو اعلی تعلیم یا ملازمت وغیرہ کے لیے ان ممالک کا رخ کرتی ہیں ان کو رہائش کے لیے گھر کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ایک حقیقی اور گھمبیر نوعیت کا مسئلہ ہے جس کا مسلم اقلیت کو سامنا ہے۔ گھر کی ملکیت حاصل کرنے کے لیے مالی اعانت کی ضرورت ہوتی جس کے لیے عموما قرضے لیے جاتیں ہیں ان غیر مسلم ممالک میں کوئی متبادل نہ ہونے کی وجہ سے گھر کی تعمیر یا خرید کے لیے صرف

25۔ مسلم، المسند الصحيح ۔ح1598

26۔ محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسي، شرح السير الكبير (الشركة الشرقية للإعلانات، 1971)، ج1، ص1884۔

27۔ ، محمد امین بن عمر ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار (بیروت: دار الفکر-1992ء)، ج5، ص186۔

28۔ السيوطي ، الأشباه والنظائر ج1، ص85۔

سودی قرضے دیے جاتیں ہیں جس کے جواز کا فتوی چند دلائل کے ذریعے وہاں کے مقامی علما اور فقہی اداروں نے دیا ہے حالانکہ سود کی قطعی حرمت پہ واضح دلائل موجود ہیں جن کا تذکرہ ما قبل میں کر دیا گیا ہے۔

سفارشات

چند تجاویز جو زیر بحث مسئلہ سے متعلق ہے پیش کرنا مناسب ہے درج ذیل ہیں:

یہ قاعدہ کہ 'اضطراری حالات میں ممنوعہ چیزیں بھی مباح ہو جاتی ہیں' [الضروراة تبیح المحظورات] ایک اہم قاعدہ ہے لیکن صورت مسئلہ میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ 'ضرورت' اور 'اضطرار' کا تعیین کیسے کیا جائے گا اور کیا مسلم اقلیت کے ہر فرد کو یہ چھوٹ حاصل ہو گی؟ یہ ایک بنیادی سوال ہے جس کا جواب مختلف مواقع پہ دیا گیا ہے جیسے اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا نے اس موضوع پہ باقاعدہ سیمینار منعقد کیا ہے، تاہم اس مسئلے میں 'ضرورت' کی حدود و قیود کیا ہوں گی جاننا ضروری ہے۔ اس کے لیے مقامی علما کی رائے زیادہ مستند سمجھی جائے گی۔

مذکورہ مسئلہ حقیقی نوعیت کا مسئلہ ہے جس کے تدارک کے لیے اور سود کے گناہ سے بچنے کے لیے مسلم سرمایہ کاروں کو اپنی خدمات دینی چاہئیں اور ایسا نظام بنانا چاہیے جس کی بدولت گھر کی ملکیت حاصل کرنے کے لیے غیر سودی متبادل موجود ہو اور مسلم اقلیتیں اس سے صحیح طور مستفید ہونے کی حامل ہوں۔

گھر کی ملکیت کے حصول کے لیے بنک سے سودی قرضہ لینا جائز نہیں۔ سود تمام مسلمانوں کے لیے قطعاً حرام ہے چاہے دنیا کے کسی بھی کونے میں لین دین کی جائے، اس لیے اس سے احتراز بہتر ہے۔